مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع

اب ٹھیک یاد نہیں کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمدؒ شفیع مرحوم سے میری پہلی ملاقات کب ہوئی البتہ یہ تفصیل حافظہ میں ضرور تازہ ہے کہ پہلے پہل آپ کی زیارت ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور میں ہوئی تھی۔ سن 1955ء تھا یا 1956ء ادارہ اسلامیات ان کے بڑے صاحب زادے مولانا زکی کیفی مرحوم نے قائم کیا تھا انار کلی کے پُر رونق مرکز میں عین بائبل بک سوسائٹی کے سامنے اس سے کچھ ہی فاصلے پر نگینہ بیکری اور مکتبہ کارواں واقع تھے۔ جہاں اکثر شام کو لاہور کے مشہور ادیبوں اور شاعروں کا جمگھٹا رہتا نگینہ بیکری کی تو چائے مشہور تھی اور مکتبہ کارواں کے مالک عبدالحمید جالندھری کی وضعداری اور مہمان نوازی 'اس سے کچھ ہٹ کر مولانا زکی نے اسلامی کتابوں کی یہ دکان کھولی تھی جہاں بھارت سے چھپنے والی مطبوعات بھی ہوتی تھیں اور دوسری نادر 'نایاب تفاسیر اور مجموعہ ہائے احادیث بھی 'مولانا زکی عجیب قانع اور متوکل انسان تھے اور عجیب و غریب خوبیوں کا مجموعہ' دن میں تو اکثر اپنی سیٹ پر بیٹھے قرآن کی تلاوت کرتے رہتے۔ گاہک آتا تو ملازم ہی اسے اٹینڈ کرتا عصر کے بعد وہ دوستوں کی محفل کے دولہا ہوتے۔ غزل بہت اچھی کہتے تھے (اب ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادوں نے ان کا مجموعہ کلام ''کیفیات'' کے نام سے شائع کر دیا ہے) اور اچھی غزل کہنے والوں کے بڑے قدر دان بھی تھے' لاہور کے شاعر ادیب اور علماء تو ان عصری مجلسوں میں آیا ہی کرتے تھے۔ ملک کے کسی مقام سے کوئی بھی شاعر و عالم آتا ادارہ اسلامیات میں حاضری دیئے بغیر واپس نہ جاتا۔ آغا شورش کاشمیری مرحوم حضرت احسان دانش حضرت نظر امروہوی جناب کلیم عثمانی اور راقم الحروف تو ان کے مستقل حاضر باش تھے۔ کبھی کبھی حضرت ماہر القادری یا مولانا ظفر احمد انصاری کراچی سے آ جاتے تو ان کا قیام زکی صاحب ہی کے

دولت کدہ پر ہوتا اور دن بھر وہ ادارہ اسلامیات ہی میں نشست فرما رہتے ماہر مرحوم کی سخن آفرینیاں اور ترنم ریزیاں تو خیر عروس اردو کے ماتھے کا جھومر تھیں بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت مولانا ظفر احمد انصاری بھی شعر و سخن کا نہایت اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ جوانی میں تو باقاعدہ شعر بھی کہتے رہے ہیں۔ ان بزرگوں کی آمد سے محفل میں اور گرمی پیدا ہو جاتی۔ ایک ایسی ہی محفل میں جہاں حضرت شورش بھی موجود تھے ماہر صاحب نے ایک فی البدیہہ نظم کہی تھی باقی اشعار تو یاد نہیں ایک مصرعہ اب تک ذہن میں ہے۔

ع ہائے وہ محفل جہاں شورش بھی تھا شورش بھی تھی

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ادارہ اسلامیات کی ایک ایسی ہی شورش انگیز محفل میں اول اول حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی کی زیارت ہوئی تھی۔ بوٹا سا قد، مختصر جسامت، سفید نورانی ڈاڑھی، تیکھے نقوش، ماتھے پر روشن محراب، آنکھوں میں علم کا نور، شیروانی اور پائجامہ زیب تن، سر پر پگڑی، پاؤں میں جر[illegible] کے ساتھ دیسی جوتا، جچے تلے قدم، باتوں میں تواضع کی خوشبو، گفتگو کرتے کرتے کبھی کبھی ایک آہ دلدوز، اب ان کے خدوخال اور وضع قطع یاد کرتا ہوں تو ایک عجیب دلکش سراپا نگاہوں میں گھوم جاتا ہے۔ [illegible]نا زکی مرحوم سے تعلقات بھائیوں کی طرح تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے بھی اسی نسبت سے شفقت پدری سے سرفراز فرمایا۔ بس پھر کیا تھا یہ رشتہ روز بروز استوار ہوتا چلا گیا۔ وہ تشریف لاتے تو بھائی زکی کے گھر پر ناشتے سے لے کر کھانے تک میری حاضری لازم و ملزوم تھی کبھی کبھی حضرت مفتی صاحب کے داماد جو یوپی سوڈا واٹر فیکٹری کے مالک تھے اپنی نواں کوٹ کی عالی شان کوٹھی میں ضیافت کرتے تو میں بھی ان کے ہم رکاب ہوتا بار ہا غریب خانہ پر بھی قدم رنجہ فرمایا۔ اب ان محفلوں کو یاد کرتا ہوں تو دل تھام کر رہ جاتا ہوں ہائے! کیا صحبتیں تھیں جو خیال و خواب ہو کر رہ گئی ہیں ۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

1960ء میں میں نے لاہور سے ہفت روزہ "شہاب" جاری کیا تو حضرت مفتی صاحب ریڈیو پاکستان سے درس قرآن نشر فرمایا کرتے تھے جو ملک اور بیرون ملک ہر جگہ انتہائی احترام سے سنا جاتا تھا۔ میری تجویز پر آپ نے ہفت روزہ "شہاب" میں اس کی بالاقساط اشاعت منظور فرمائی اس کا فائدہ یہ ہوا کہ انہیں ساتھ ساتھ مسودہ پر نظر ثانی کا بھی موقع مل گیا یہ سلسلہ اشاعت کوئی سات آٹھ سال جاری رہا تا آنکہ آپ نے "معارف القرآن" کے نام سے آٹھ جلدوں میں قرآن حکیم کی پوری تفسیر قلمبند کر دی "دارالاشاعت" کراچی نے بڑے اہتمام سے شائع بھی کر دیا ہے۔ تفسیر کے علاوہ فتویٰ نویسی تو خیر آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا ہی ہزاروں ہزار فتوے آپ کے قلم سے نکلے اور مطبوعہ صورت میں بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تفقہ فی الدین کے لحاظ سے جو مقام عطا فرمایا تھا۔ اس لحاظ سے آپ بجا طور پر مفتی اعظم

پاکستان کہلائے فتوؤں کے علاوہ بھی بیسیوں کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں جن میں زبان کی فصاحت و بلاغت بھی ہے اور علم کی گہرائی اور گیرائی بھی۔ تالیف و تصنیف کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور خطبہ و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ لاہور میں ان کا خطاب ہوتا تو بڑے شوق سے شریک ہوتا۔ بہت دھیمے اور باوقار انداز میں تقریر کرتے یوں لگتا جیسے ایک سبک خرام ندی بہتی چلی جارہی ہے۔ علم ظاہر سے تو اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں کتنے ہی لوگوں کو سرفراز فرمایا مگر وہ ہستیاں ہر دور میں خال خال ہی نظر آتی ہیں جو علم ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن سے بھی آراستہ ہوں۔ حضرت مفتی صاحب کی ذات لاریب اسی دوسرے گروہ میں شامل تھی وہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے باقاعدہ خلیفہ مجاز تھے۔ بہت سے لوگ ان سے بیعت بھی تھے مگر معروف پیروں کا انداز انہیں چھو تک نہیں گیا تھا وہ عقیدت مندوں کی محفل میں بھی اس تواضع اور عاجزی سے بیٹھتے تھے جیسے ان میں سے ہر ایک ان کا پیر ہے کبھی اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے اور دوسروں پر ٹھونسنے کی ادنیٰ سی جھلک بھی میں نے اپنی سینکڑوں حاضریوں میں نہیں پائی۔ تنہائی میں جب کبھی بیٹھنے کا اتفاق ہوا میں نے انہیں خشیتِ الٰہی سے لرزتے اور کانپتے دیکھا غیبت اور گلے کا ان کی محفل میں کیا گزر! ہر وقت یہی دھڑ کا لگا رہتا تھا کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو جائے۔ ضرورت دینی سے تنقید بھی کرتے تو اس اخلاص اور دل سوزی کے ساتھ کہ اگلے کی تنقیص کے بجائے خیر خواہی کا رنگ پیش نظر رہتا۔ دیوبندی ہی نہ تھے دیوبند کے شیوخ میں سے تھے لیکن دوسرے مسلک کے اکابر کا ہمیشہ احترام کرتے میں نے بارہا ان کی زبان سے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کے عشق رسولؐ کا اقرار و اعتراف سنا۔ کراچی کے دو دینی دارالعلوم بہت پائے کے ہیں ایک آپ کا قائم کردہ دوسرا حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم کا جاری کردہ فتنہ معاصرت ایسی بری چیز ہے کہ کم ہی لوگ ہر دور میں اس سے محفوظ رہے مگر محب و محبوب کے جو تعلقات ان دونوں بزرگوں کے مابین قائم دیکھے کم ہی ان کی مثال کہیں اور دیکھنے میں آئی ہے اور یہ نتیجہ تھا صرف اور صرف ذوق تصوف اور تزکیہ ء باطن کا جس کے بعد دل میں بغض و حسد اور عداوت و رقابت کے روگ راہ ہی نہیں پا سکتے۔ میں حضرت مفتی صاحب سے باقاعدہ بیعت تو نہ تھا لیکن ہمیشہ ان کی محفل میں اسی طرح بیٹھا جیسے ایک مرید اپنے مرشد کے حضور بیٹھتا ہے اور یہ ان کا کرم ہے کہ انہوں نے بھی کبھی اپنے باطنی فیوض کے خزانے اس بندہ ء دنیا پر لٹانے سے دریغ نہیں کئے یہ الگ بات ہے کہ ہم نے اپنے دامن میں روحانیت کے گہرہائے تابدار کی جگہ مادیت کے خزف ریزے ہی سمیٹے مگر ان بزرگوں کے فیوض و برکات دیکھ کر کبھی کبھی یہ سوچ کر بھی تسلی ہو جاتی ہے کہ ؎

مے خانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے

مستقل شاعر ہونا اور شاعری کو پیشہ بنانا اور بات ہے اور شعری ذوق سے مالا مال ہونا اور بات پہلی صورت اسلام میں ناپسندیدہ ہے تو دوسری مستحسن، میں نے تو اپنے تجربہ میں جس شخص میں یہ ذوق نہیں پایا

اس کی انسانیت میں بھی فرق دیکھا۔ ذوق شعری دل میں ایک گداز پیدا کر دیتا ہے جب تک وہ ارباب کمال ہمارے ہاں مسند نشین علم رہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ ملکہ بھی ودیعت کیا تھا تو ہماری اجتماعی زندگی میں مٹھاس اور خوش خلقی کی فضاء برابر قائم رہی یہ اصحابِ فضل اختلافات بھی رکھتے تھے تو انہوں نے اسے دشمنی کا رنگ نہیں دیا مگر جب سے بقول اقبال ؎

میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

تو ہماری حیاتِ قومی کا رنگ ہی دوسرا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت ستھرا مذاق سخن عطا کیا تھا وہ کبھی کبھی غزل کہتے تھے اور نعت بھی' اشعار سنتے اور خود بھی سناتے۔ ایک مرتبہ حج پر گئے تو مدینہ منورہ میں ایک دوست کی زبان سے یہ عاشقانہ مصرع سنا :- ؏

یہ ان کا کرم' ان کا کرم ان کا کرم ہے

طبیعت بے اختیار ہو گئی اس پر ایک پوری نعت کہہ دی اور از راہ کرم دیارِ حبیبؐ ہی سے مجھے روانہ کی' مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے 66ء یا 67ء کا زمانہ تھا اس دور کے شہاب کے کسی شمارے میں میں نے اسے شائع بھی کیا تھا۔ اب اپنے کاغذات سے نکال کر اس کے چند اشعار نذر قارئین کرتا ہوں کہ یہ تبرک بھی ہیں اور میرے پاس اردو زبان و ادب کی امانت بھی۔

پھر پیشِ نظر گنبدِ خضرا ہے حرم ہے
پھر نامِ خدا روضہء جنت میں قدم ہے
پھر شکرِ خدا سامنے محرابِ نبیؐ ہے
پھر سر ہے مرا اور ترا نقشِ قدم ہے
پھر منت دربان کا اعزاز ملا ہے
اب ڈر ہے کسی کا نہ کسی چیز کا غم ہے
پھر بار گہ سیدِؐ کونین میں پہنچا
یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے
یہ ذرہء ناچیز ہے خورشید بداماں
دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ و حشم ہے
ہر موئے بدن بھی جو زبان بن کے کرے شکر
کم ہے بخدا ان کی عنایات سے کم ہے

وہ عالمِ توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے نہ مغرب ہے عرب ہے نہ عجم ہے
دل نعتِ رسولِؐ عربی کہنے کو بےچین
عالم ہے تحیّر کا زبان ہے نہ قلم ہے

حضرت مفتی صاحب عرف عام میں سیاست دان نہ تھے ان کی زندگی کا مطمح نظر اول و آخر دین ہی دین تھا اسی کے پیش نظر انہوں نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد انصاری کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان کیلئے کام کیا اور اس جمعیت علمائے اسلام میں شرکت کی جو قائداعظمؒ اور مسلم لیگ کی مؤید و معاون تھی۔ اندرون پاکستان سیاست میں ان کا ذوق تعمیری تھا وہ اپنے احباب و متعلقین سے سیاسی امور میں کبھی مباحثہ و مناقشہ پسند نہیں کرتے تھے۔ میرا سیاسی مسلک جو بھی رہا حضرت مفتی صاحب نے اس کی وجہ سے ذاتی تعلقات کو کبھی متاثر نہیں ہونے دیا۔ ستمبر 1965ء میں انہوں نے پاکستان کے چیدہ چیدہ علمائے کرام کو دارالعلوم کراچی میں مدعو کیا۔ ان میں حضرت مفتی محمود، حضرت مولانا امین احسن اصلاحی، حضرت مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) اور حضرت مولانا عبیداللہ انور جیسے مشاہیر اہل علم شامل تھے یہ مفتی صاحب کی شفقت تھی کہ مجھے بھی شرکت کی دعوت دی۔ علمائے کرام کے اس منفرد اجتماع میں اتفاق رائے سے اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے ایک غیر سیاسی تنظیم "مجلس دعوت و اصلاح" قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ حضرت مفتی صاحب اس کے سربراہ منتخب ہوئے۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے بعض شہروں کا انہوں نے دورہ بھی کیا اور ان مقامات پر مجلس کی باقاعدہ شاخیں بھی قائم ہوئیں مگر بعد میں حضرت مفتی صاحب کی دوسری مصروفیات کی وجہ سے مجلس کا نظام اور کام نہ بڑھ سکا بہر حال عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جوانی کے تقاضے سے میری اس وقت کی تمام رزم آرائیوں کے باوجود حضرت مفتی صاحب نے اپنی تنظیم قائم کی تو مجھے بھی فراموش نہیں کیا اور علمائے کرام کے اس اجتماع میں شرکت سے لیکر اس کے اغراض و مقاصد کی تحریر و تسوید تک ہر مرحلے میں مجھ سے برابر مشورت فرمایے۔

میں حکومت میں آیا تو حضرت مفتی صاحب سے یہ قلبی تعلقات اس کے بعد بھی استوار رہے، وہ جانتے تھے کہ وہ جب بھی کوئی حکم دیں گے میں دل و جان سے اس کی تعمیل کروں گا مگر اس کے باوجود کبھی کوئی کام نہیں کہا نہ کسی کی سفارش کی۔ مولانا زکی کیفی مرحوم کو میں حج وفد میں اپنے ساتھ لے گیا تو یہ بھی میرا اپنا ذاتی فیصلہ تھا۔ حضرت مفتی صاحب کا اشارہ اس میں شامل نہ تھا۔ سعودی عرب کے وزیر حج سید حسن کیتی پاکستان کے دورے پر تشریف لائے تو میں انہیں دارالعلوم میں بھی لے گیا۔ حضرت مفتی صاحب نے اس کیلئے بڑا اہتمام فرمایا لیکن سپاس نامہ میں نہ حرف تملق نہ کلمہء مطلب، سارے عہد حکومت میں صرف ایک بار متوجہ کیا وہ بھی دینی غرض سے! اسلامی مشاورتی کونسل نے مالی اور فقہی امور میں

اہل علم کیلئے ایک سوالنامہ جاری کیا تو اسے حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں بھی بھیجا گیا۔ انہوں نے جواب کی ایک نقل مجھے بھی ارسال فرمائی اور لکھا کہ کونسل کو میں ان دینی معاملات میں بطور خاص ہشیار او خبردار کر دوں، میں نے تعمیل کر کے اطلاع دی تو یہ والانامہ ارسال فرمایا جو اس لئے درج ذیل ہے کہ اس سے چھوٹوں پر شفقت کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور ان کے ذاتی تواضع اور خاکساری کا اظہار بھی خط پر تاریخ 21-5-95 ہجری بمطابق یکم جون 75ء درج ہے۔ (نقل مطابق اصل)

مکرم و محترم مولانا کوثر نیازی صاحب دامت مکارمہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مکرمت نامہ مورخہ 28 مئی 1975ء نمبر 21 ایم آر اے وصول ہوا۔ مشاورتی کونسل کے سوالنامہ کے جواب میں احقر کی تحریر پر آں محترم نے کونسل کو توجہ مبذول کرنے کی ہدایت فرمادی۔ اس سے مسرت ہوئی اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کوئی مناسب راہ عمل اختیار کر لی جائے گی۔ تفسیر معارف القرآن کی دو جلدیں جو آں محترم تک نہیں پہنچیں کراچی میں آپ کی غیر معمولی مصروفیات کے سبب سے یہ ارادہ تھا کہ ڈاک سے بھیج دوں گا مگر میری مسلسل بیماری اور پھر محمد زکی مرحوم کا حادثہ جانکاہ پیش آ گیا تاخیر ہوتی چلی گئی۔ اس عرصہ میں جلد اول نظر ثانی اور ترمیم و اضافہ کے ساتھ نئی چھپ گئی جس میں علوم قرآن پر ایک مقدمہ بھی لکھا گیا ہے۔ آج کی ڈاک سے معارف القرآن جلد ہفتم و ہشتم اور جلد اول جدید ایڈیشن روانہ کر دی ہیں۔ قبول فرما کر ممنون فرمائیں۔ مرحوم محمد زکی کیفی کی وفات پر آں محترم کی شرکت جنازہ اور غیر معمولی تاثر کا حال اسی وقت معلوم ہو گیا تھا جبکہ احقر خود اپنی زندگی سے مایوس کروٹ بدلنے میں بھی دوسروں کا محتاج تھا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ مرحوم رخصت ہو گئے اور اسی سالہ بوڑھا پھر زندہ ہو گیا۔ وللہ الامر من قبل و من بعد

والسلام

بندہ محمد شفیع

بات پھیل گئی مگر یادیں بدستور پڑے جائے صف در صف کھڑی ہیں کس کو لوں اور کس چھوڑوں مگر ایک عجیب و غریب بات کا ذکر ضرور کروں گا کہ اس میں حضرت مفتی صاحب کی کرامت ا ولایت کا پہلو بھی ہے اور قوم "جن" کے وجود کے بارے میں ان کے ذاتی مشاہدے کا تذکرہ بھی میں ا دنوں قصہ "آدم و ابلیس" کے نام سے تخلیق آدم کی قرآنی داستان لکھنے میں مصروف تھا (یہ کتاب پہ

قصہ آدم ابلیس کے نام سے شائع ہوئی اور بعد میں تخلیق آدم کے زیرِ عنوان) مرحلہ تحقیق یہ تھا کہ ابلیس قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق جنوں میں سے تھا اور یہ جن کون تھے میں ان کے بارے میں جدید وقدیم آرا' وافکار کا مطالعہ کر رہا تھا۔ ذہن میں خلفشار تھا کہ حضرت مفتی صاحب سے ذکر آیا اس پر آپ نے ایک نہایت ہی دلچسپ ذاتی مشاہدے کا تذکرہ کیا فرمایا کہ

ایک زمانہ میں خود میری بیوی پر جنّ مسلّط ہو گیا میں نے اس سے بات چیت کی تو معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہے میں نے اس سے ثبوت چاہا کہ وہ واقعی جنّ ہے تو اس نے کہا کہ آپ کچھ فرمائش کر کے دیکھ لیں میں نے عجیب فرمائش کی کہ الائچی کے درخت سے ایک ایسی سبز ٹہنی لے کر آؤ جس پر سبز الائچی لگی ہو۔ اب یہ درخت ہمارے ہاں تو ہے نہیں میں نے سوچا کہاں سے لائے گا تھوڑی ہی دیر میں سبز شاخ پر سبز الائچی میری گود میں تھی۔ اب میں نے اس کی مسلمانی کا امتحان لیا۔ میری بیوی عربی نہیں جانتی تھی میں نے کہا قصیدہ بردہ کے کچھ عربی اشعار سناؤ اس نے فرفر پورا قصیدہ سنانا شروع کر دیا۔

اب اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کہ بعد میں کیا ہوا ظاہر ہے حضرت مفتی صاحب کی برکت سے جنّ چلا گیا۔ بتانا صرف یہ چاہتا ہوں کہ باکمال لوگ فقط تاریخ اسلام کے گذشتہ ادوار ہی میں نہیں گزرے ہمارے اپنے زمانہ میں بھی پیدا ہوئے ہیں مگر اس کیلئے دیکھنے والی آنکھ کی ضرورت ہے وہ آنکھ جو ظاہر سے نہیں باطن کے نور سے روشنی اور جلا پاتی ہے۔ ؎

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی